© rasailojaraid.com

فہمِ قرآن و شریعت کے دو انتہائی نقطہ ہائے نظر اور اعتدال

قارئین اتفاق کریں گے کہ ''حکمتِ قرآن'' کا اجرا آغاز ہی سے اس بات کا علمبردار رہا ہے کہ قرآن حکیم نہ صرف مسلمانوں کے لیے (جو کلام اللہ کے آخری، مکمل اور محفوظ ہدایت ربانی ہونے پر یقین رکھتے ہیں) بلکہ تمام بنی نوعِ انسان کے لیے ہدایت و رہنمائی کا ابدی منبع اور سرچشمہ ہے۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام گوشوں سے متعلق اس کی تعلیمات راست بازی اور اعتدال و میانہ روی☆ کی اعلیٰ ترین مثالیں ہیں، جن کو اپنے رویّوں اور کردار میں اپنانے سے ہم اخلاقِ فاضلہ کی بلندیوں کو چھو کر دنیا و آخرت کی سعادتیں سمیٹ سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان احکام کے ساتھ ساتھ قرآن کریم 'حکمت' سے بھی لبریز ہے اور اس کے حکم و عبر اس کے مندرجات میں جابجا اصحابِ فکر و نظر کو دعوتِ تدبر دیتے ہیں۔ چنانچہ جہاں قرآن فہمی اور اس سے اکتسابِ فیض کی ایک سطح 'تذکّر بالقرآن' کی ہے جس کے بارے میں بتکرار بیان کیا گیا ہے کہ وہ انتہائی آسان ہے، یعنی کتاب اللہ کی عمومی ہدایت ظاہر و باہر ہے اور اسے کوئی بھی متلاشی حق آسانی سے پاسکتا ہے، بالکل اسی طرح جس طرح سطحِ آب پر آئی ہوئی مچھلیوں کا پکڑنا کچھ مشکل نہیں ہوتا، قرآن کے تذکّری پہلو تک رسائی بھی اسی طرح آسان و سہل ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿١٧﴾﴾ (القمر)

جبکہ دوسری طرف 'تدبر بالقرآن' کا لیول نہ صرف محنت طلب اور مشکل ہے، یہ ایک اعتبار سے بہت سی احتیاطوں کا متقاضی ہے۔ تدبر بالقرآن کا عمل اگر صحیح خطوط پر، تقویٰ اور تمسک بالقرآن والسنۃ کی سپرٹ کے ساتھ کیا جائے تو یقیناً بصیرتِ قرآنی، علمی تعمق اور وسعتِ نگاہ میں اضافہ کا باعث بنتا ہے۔ چنانچہ بہت سے جدید اذہان کی تسلی و تشفی اسی طور پر ہو پاتی ہے اور قرآنی تعلیمات کا گہرائی اور گیرائی کے ساتھ مطالعہ اور غور و فکر ایمان و یقین اور دینی جذبات میں اضافہ کر کے عمل پر ابھارتا ہے۔ اس مختصر سی تحریر میں حکمت و فلسفۂ قرآنی کے ضمن میں علم تفسیر یا اصول شریعت کے اہم اَبعاد و جہات کا احاطہ ممکن نہیں ہے۔ مقصود مختصراً قارئین کے سامنے یہ بات رکھنا ہے کہ بیسویں صدی کے اواخر اور اب اکیسویں صدی کے ایک دہائی

☆ میرے ذہن میں یہاں قدیم یونانی فلسفی ارسطو کی اخلاقیات کا بیان کردہ اصول 'Golden Mean' آتا ہے جسے ارسطو نے اخلاقی کردار و عمل کا اہم وصف قرار دیا تھا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گزرنے پر فہمِ قرآن اور مقاصدِ شریعت کی تفہیم کے سلسلے میں دو رویّے بہت نمایاں ہو کر ہمارے سامنے آ رہے ہیں۔ ایک رویّہ وہ ہے جو دین اور احکامِ شریعت کو اسی طرح سمجھنا چاہتا ہے جس طرح قرنِ اوّل کے مؤمنینِ صادقین نے سمجھا تھا اور اپنے عمل سے اس کی تعبیر پیش کی تھی۔ یعنی بالفاظِ دیگر دینی امور کے فہم میں تاریخ اور مرورِ زمانہ کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور ہمیں اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے قدموں تک لے جانا ہے۔ چنانچہ انجمن خدام القرآن کے صدر مؤسس برادر بزرگ ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم و مغفور اپنی پچاس سالہ سے زائد قرآنی دعوت کی تگ و تاز میں یہی نکتہ شدّ و مد کے ساتھ پیش کرتے رہے۔ آپ اس سلسلے میں علامہ اقبال کا یہ شعر بھی سامعین کے جذباتِ ایمانی کی انگیخت کے لیے بہت زور دے کر پڑھتے تھے ؎

حرفِ او را ریب نے' تبدیل نے
آیہ اش شرمندۂ تاویل نے

شارحِ قرآن (ﷺ) اور آپؐ کے صحابہ و تابعین یعنی 'متقدمین' کے حوالے سے دین کو سمجھنے والوں بالفاظِ دیگر قدامت پسندوں کے برخلاف 'متجددین' دورِ حاضر کا موقف یہ ہے کہ حالات کے موجودہ تناظر' ملٹی کلچر ازم اور گلوبلائزیشن کے اس عہد میں مقاصدِ شریعت کی روشنی میں فقہ کی تشکیلِ نو اور تنظیمِ جدید کی ضرورت ہے۔ مابعد جدیدیت کے اصولِ علم اور تعبیر و تفہیم متن (Hermenutics) کی رو سے نہ صرف احادیث بلکہ قرآن کے احکام میں بھی تبدیلی کی جا سکتی ہے۔ اور اس طرح یہ تجدد پسند حضرات اسلام کا ایک نیا ایڈیشن 'ریفارمسٹ اسلام' کے عنوان کے تحت پیش کر رہے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند کے علاوہ عالم عرب کے کئی ممالک سے تعلق رکھنے والے مسلم دانشور اور عقل گزیدہ حضرات اس متجددانہ فکر کی اپنی متعدد نگارشات میں توضیحات کر رہے ہیں اور اپنی آراء کے لیے استدلال کا عجیب و غریب تانا بانا قائم کرتے ہیں۔ مثلاً سوڈان کے پروفیسر عبداللہ النعیم' جو یورپ اور امریکہ کی یونیورسٹیوں میں تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں' ہارورڈ یونیورسٹی (امریکہ) سے شائع شدہ تازہ تصنیف بعنوان

Islam and the Secular State : Negotiating the Future of Sharia

میں سیکولر سٹیٹ کے حق میں دلیل دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ صرف سیکولر ریاست ہی میں کوئی شخص حقیقی معنی میں مسلمان ہو سکتا ہے۔ ان کے اپنے الفاظ ملاحظہ ہوں:

> *In order to be a Muslim by conviction and free choice, which is the only way one can be a Muslim, I need a secular state.*

پروفیسر النعیم کا مندرجہ بالا خیال عجیب منطق اور انتہائی انفرادیت پسندی کی سوچ پر مبنی ہے۔ وہ یہ جملہ لکھتے ہوئے فرد کی زندگی اور فکری رجحانات کی تشکیل میں اجتماعیات کی اہمیت سے بالکلیہ صرفِ نظر کر رہے ہیں'

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور غالباً انسان کو کسی تن تنہا خلائی مخلوق کے مماثل قرار دے رہے ہیں۔ عرب مسلم ممالک سے تعلق رکھنے والے اس فکر کے حامل متعدد حضرات مغربی دنیا کے استشراقی مراکز (جنہیں اب اسلامک سٹڈیز یا مسلم عیسائی تعلقات کے مراکز کا نام دیا جاتا ہے) میں اپنے متجددانہ فکر کی خوب تشہیر کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس میں انہیں اسلام مخالف اسلاموفوبیا میں مبتلا عالمی استعماری قوتوں کی حمایت و سرپرستی حاصل ہے۔ قرآن اور شریعت کے بارے میں اسی نوعیت کے خیالات و افکار رکھنے والے پروفیسر طارق رمضان ہیں' جن کی آج کل نہ صرف مغربی دنیا کی جامعات میں خوب پذیرائی ہو رہی ہے' گزشتہ برس انہیں ایک میموریل لیکچر کے لیے لاہور بھی بلایا گیا۔

مغربی افکار سے شدید متاثر مسلم سکالرز اور دانشوروں پر نقد و تبصرہ پر مشتمل ڈاکٹر احمد عبدالحمید غراب کی کتاب Subverting Islam - the Role of the Orientalist Centres صرف چشم کشا ہی نہیں' دلچسپ معلومات کا خزینہ بھی ہے۔ ڈاکٹر شیخ غراب کو اپنے افکار اور اس کتاب کے شائع کرنے پر کنگ سعود یونیورسٹی کی نہ صرف ملازمت سے نکال دیا گیا بلکہ سعودی عرب سے نکل جانے پر بھی مجبور کیا گیا اور ان کی یونیورسٹی میں زیر تعلیم دو بیٹیوں کو جامعہ سے خارج کر دیا گیا۔ ڈاکٹر غراب نے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ کس طرح غیر مسلم صیہونی لابی کے پروفیسر حضرات مسلمان اساتذہ کے ذہن میں نہ صرف حدیث بلکہ قرآن کے بارے میں بھی شکوک و شبہات پیدا کر کے ان کے معتقدات کی تخریب کاری کا باعث بنتے ہیں' اور پھر وہ خود اس نقطۂ نظر کو اپنے تلامذہ میں منتقل کرتے ہیں۔

سطورِ بالا میں قدامت پسندی اور تجدد پسندی کی کشمکش کی ہلکی سی جھلک راقم نے دکھائی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ پیکار ہر گزرنے والے لمحے کے ساتھ تیز سے تیز تر ہو رہی ہے۔ اس تناظر میں ہم پاکستان میں چھپنے والے دینی جرائد اور صحافت پر طائرانہ نظر ڈالیں تو یہ تقسیم ان میں بھی نظر آئے گی۔ بلکہ گوجرانوالہ کے ایک ہی دینی خانوادے میں فکری اختلاف ان کے رسالوں میں بہت نمایاں ہے' اور دو مختلف زاویہ ہائے نگاہ یا mindset ایک دوسرے سے بُعد المشرقین رکھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بہرحال یہ بھی حقیقت ہے کہ اُمت میں رائے کے اختلاف کو رحمت کہا گیا ہے بشرطیکہ یہ تشتت و انتشار پر منتج نہ ہو۔

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دروسِ قرآنی' لیکچرز اور شائع شدہ کتب و رسائل میں مذکورہ بالا دو انتہائی اور ایک دوسرے کے بالکل مخالف اور متضاد رویّوں کے درمیان راہِ اعتدال کی نشاندہی کی ہے۔ چنانچہ وہ جہاں ایک طرف کتاب و سُنّت سے تمسک اور اَسلاف پسندی کی طرف راغب کرتے ہیں' وہ ساتھ ہی مغربی اور سیکولر دنیا کی تہذیب و افکار کا ردّ حکمت قرآنی کی گہری بصیرت کے ذریعے کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ایمان کے مباحث کے ضمن میں بھی وہ اس ایمان کی افضلیت کے قائل ہیں جس میں تعمق' گہری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بصیرت اور علمی جہت مؤثر کردار ادا کر رہی ہو۔ اسی تناظر میں ڈاکٹر صاحب علامہ اقبال کی تشکیلِ جدیدِ الٰہیات اسلامیہ اور ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم کی مختلف تصانیف کا حوالہ دیتے ہوئے اس خیال کا اظہار کرتے تھے کہ ان دونوں محسنوں نے علمی کام کا صرف بلیو پرنٹ ہمارے سامنے رکھا ہے، جسے ہمیں آگے بڑھانا ہے۔ ان کے فکر میں اعتدال کا ایک اور مظہر یہ ہے کہ مغرب بالخصوص امریکی ریاست اور انتظامیہ نے جو ادارے (institutions) انتہائی عرق ریزی اور طویل جدوجہد کے بعد قائم کیے ہیں وہ کھلے دل کے ساتھ ان کی اہمیت و افادیت کے قائل ہیں۔ چنانچہ وہ ان کو ''نظامِ خلافت'' کے مجوزہ سٹرکچر میں بھی قائم رکھنے کا عندیہ دیتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ انتظامی ارتقاء جو جدید زمانے کے تقاضوں کے پیشِ نظر بہت سے تجربات اور بحث و تمحیص سے گزر کر کیا گیا، پوری انسانیت کے فائدے اور استعمال کے لیے ہے، جبکہ ہمارے ہاں بعض متشدّدین (extremists) مغرب کی ہر شے کے ردّ کو عین تقاضائے دین سمجھتے ہیں۔

اسی طرح ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور نئے تہذیبی مسائل اور عالمگیریت کے تحت نوع بہ نوع معاملات و مسائل میں متعیّن اور مسلّمہ حدود اور قیود کے ساتھ اجتہاد کے حق میں بھی تھے، اگرچہ وہ ان تمام علمی کاوشوں کو احیائے اسلام کی کوششوں کے فریم ورک میں رکھ کر کرنا چاہتے تھے۔ عالمی سیاسی منظرنامے میں اَعداءِ اسلام بالخصوص یہود و ہنود کی ریشہ دوانیوں اور مسلم ممالک بشمول فلسطین، بوسنیا، عراق اور افغانستان پر ظلم و ستم کا جتنا احساس انہیں تھا وہ ان کی تحریروں اور خطابات سے ظاہر ہے۔ نیز خالصتاً علمی سطح پر وہ ان مساعی کے بھی ناقد تھے جو اسلامیت اور جدیدیت کے درمیان مصالحت اور ہم آہنگی (compromise) کو فروغ دے کر مسلمانوں کو عصری تقاضوں کے مطابق زندگی بسر کرنے کی کھلی چھوٹ دے دیتی ہیں۔ ان کے خیال میں مقاصد شریعت اور تدین کی جدید تشریحات اور تعبیرات بھی بہر حال ایک حقیقی مؤمن کی وہ 'غرابت' یا اجنبیت دور نہیں کر سکتیں جس کی صراحت خود نبی اکرم ﷺ نے اپنے دو اقوال مبارک میں کی ہے:

(i) كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ (بخاری و ترمذی)

(ii) بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ غَرِيْبًا كَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ (مسلم و ترمذی)

آخر میں قارئینِ حکمتِ قرآن سے درخواست گزار ہوں کہ وہ مرکزی انجمن خدام القرآن کے اس سہ ماہی جریدے کے ساتھ نہ صرف قلمی تعاون بڑھائیں، اس کے قارئین اور حلقہ خریداری کو بھی بڑھانے کی کوشش کریں۔ اس سلسلے میں خاص طور پر جملہ وابستگانِ انجمن پر خصوصی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ۔

❁❁❁

© rasailojaraid.com